جڑی بوٹیوں اور قدرتی معدنیات کا حکم!

ادارہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیانِ شرع اس مسئلے میں کہ ہمارے علاقے میں قدرتی معدنیات، قیمتی پتھر، جڑی بوٹی اور درخت وغیرہ عام ہیں۔ یہ پسماندہ علاقہ ہے، لوگوں کے لیے ذریعۂ معاش اور محنت مزدوری کے ایسے ذرائع میسر نہیں، جس سے لوگ اپنی زندگی کی ضروریات پوری کریں۔ اس صورت میں لوگ اپنی ضروریاتِ زندگی کو ان جڑی بوٹیوں کے ذریعے اور بعض لوگ معدنیات کے ذریعے پوری کرتے ہیں۔

لکڑی وغیرہ کو اپنے رہنے کے لیے مکانات اور کھانے پکانے کے لیے بالن کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ متبادل ایسا کوئی نظام موجود نہیں جس سے لوگ اپنے لیے مکانات اور بالن کا ذریعہ بنالیں اور نہ ہی حکومت کی طرف سے کوئی ایسے متبادل وسائل میسر ہیں، جن کے ذریعے لوگ ان چیزوں سے پرہیز کریں۔ اگر لوگ لکڑیوں سے مکان بنانا ترک کردیں تو زندہ رہنے کے لیے کوئی دوسرا وسیلہ نہیں، جب کہ حکومت کی طرف سے مذکورہ وسائل پر بھی پابندی اور ٹیکس عائد ہے، جس کی بنا پر لوگ محکمہ جنگلات کے اہلکاروں سے چھپ کر جڑی بوٹی کی نکاسی اور اسے مارکیٹ تک پہنچاتے ہیں، جبکہ راستے میں چیکنگ کے دوران سیکورٹی اہلکاروں کو کچھ دے کر اپنے مال کو مارکیٹ تک پہنچاتے ہیں۔ اس صورت حال میں سوال یہ ہے کہ مذکورہ معدنیات، جڑی بوٹی اور لکڑی وغیرہ کو استعمال کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا عوام اپنی مدد آپ ان چیزوں کے استعمال کا حق رکھتی ہے یا کہ نہیں؟ اگر حق رکھتی ہے تو کس حد تک؟ کیا اس طرح چھپ کر جڑی بوٹی کی نکاسی اور خرید و فروخت جائز ہے یا کہ نہیں؟ نیز مذکورہ اشیاء پر حکومتی ٹیکس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ براہِ کرم شریعت کی روشنی میں تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: معاویہ کشمیری، آزاد کشمیر

الجواب باسمہٖ تعالٰی

واضح رہے کہ قدرتی جنگلات، نباتات (جڑی بوٹیاں) اور جملہ قیمتی معدنیات وغیرہ زمین کے اجزاء شمار ہوتے ہیں، اس لیے یہ اشیاء فقہی اصطلاح میں مباحاتِ اصلیہ کہلاتی ہیں، یعنی اپنی اصل، طبع اور وضع کے اعتبار سے کسی کی ملکیت شمار نہیں ہوتیں۔ ایسی مباحات کا شرعی حکم صاف واضح ہے کہ جو انسان اپنی محنت اور کوشش سے ان مباح اشیاء تک رسائی پالے، وہی ان اشیاء کا حقدار بن جاتا ہے۔ اس حقداری کا مدار شریعت نے انسان کی اپنی کوشش کو قرار دیا ہے۔ (۱) اس سے لازمی طور پر دو باتیں عیاں ہوتی ہیں:

۱:- قدرتی جنگلات کی لکڑیوں کے ضروری حصول اور نباتاتی جڑی بوٹیوں اور قیمتی معدنیات کی دریافت کے لیے کوشش کرنا شرعاً جائز ہے۔

۲:- جو انسان جائز کوشش کے ذریعے ان اشیاء کو حاصل کرلے تو ان اشیاء پر شریعت محنت کش انسان کا حق تسلیم کرتی ہے۔

لہٰذا جنگلات کی لکڑیوں اور نباتاتی جڑی بوٹیوں اور جملہ قیمتی پتھروں سے متعلق شریعتِ اسلامیہ کے درج بالا احکام کی وضاحت کے بعد یہ معلوم ہونا چاہیے کہ:

الف:- قدرتی جنگلات، خودرو جڑی بوٹیوں اور ہر نوع کے قیمتی پتھروں سے جو لوگ اپنی ضروریات، ذریعۂ روزگار اور کسبِ معاش کے لیے استفادہ کرتے ہیں، ان کا یہ عمل شرعاً جائز ہے۔ (۲)

ب:- اگر اس جائز حق میں حکومتِ وقت یا اس کا کوئی ادارہ رخنہ اندازی کرے تو یہ رعایا کی حق تلفی اور ظلم وزیادتی کے زمرے میں آتا ہے۔

ج:- اس لیے حکومتِ وقت کا شرعی وآئینی فرض بنتا ہے کہ وہ اشیاء بالا سے متعلق اپنے قوانین وضوابط میں ضروری ترمیم اور سہولت کی راہ اپنائے، تاکہ لوگ ان اشیاء کے حصول کے لیے جائز قانونی طریقوں تک محدود رہیں۔

د:- اگر ایسے ضرورت مند لوگ حکومت کے غیر شرعی ظالمانہ جبر سے بچنے کے لیے خفیہ طریقے سے اشیاء بالا کے حصول کی کوشش کریں گے تو شریعت انہیں اپنا اور حکومتِ وقت کا مجرم نہیں ٹھہرائے گی۔

ہ:- جب شریعت اشیاء مذکورہ بالا پر متعلقہ لوگوں کا جائز حق تسلیم کرتی ہے تو ان اشیاء کی خرید وفروخت بھی جائز ہے۔

و:- جائز ذرائع آمدن اختیار کرنے پر حکومت کی طرف سے رکاوٹ ڈالنا ظلم و ناانصافی

ہونے کے علاوہ حکومتی قوانین کی رو سے ناجائز ذرائع اور غلط راستے اپنانے کا باعث بھی بنتا ہے۔ اس لیے حکومت کا یہ اقدام جائز نہیں کہ وہ ظالمانہ قوانین کے ذریعے لوگوں کو قانونی مجرم بننے کا موقع دے کر سزا کا مستوجب بنائے۔

ز:- مذکورہ اشیاء اگر کسی کا ذریعہ روزگار بن جائیں اور وہ صاحبِ نصاب بن کر اس آمدن کے مالی حقوق شریعت کے مطابق ادا کرتا ہو تو حکومتِ وقت کے لیے اس آمدن پر کسی قسم کا ٹیکس عائد کرنا جائز نہیں ہے، بالخصوص مذکورہ اشیاء پر حکومت کا ٹیکس عائد کرنا اس لیے بھی درست نہیں ہے کہ حکومت کے ٹیکس کا جواز تو کسی چیز کے حصول تک سہولت فراہمی اور خدمات کے صلے میں درست ہوا کرتا ہے، جبکہ اشیاء مذکورہ بالا کے حصول اور دریافت اور اس کی پیدائش و افزائش کے ساتھ حکومت کی کسی قسم کی سہولیات اور خدمات شامل نہیں ہوتیں، اس لیے اشیاء بالا پر حکومت کا ٹیکس لاگو کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ (۳)

البتہ قدرتی جنگلات سے متعلق شریعت کے درج بالا احکام کی تطبیق و تفہیم کے موقع پر ایک ضروری واقعاتی امر کو ملحوظ رکھنا بھی مصلحتِ عامہ کے اصول کے مطابق ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ عام مشاہدہ سے ثابت ہے کہ قدرتی جنگلات کے تحفظ کے لیے سرکار کا محکمانہ بندوبست مقرر ہے۔ یہ بندوبست کسی حد تک انتظامی ضرورت بھی ہے۔ (۴) جنگلات سے استفادے کے لیے عوامی بے راہ روی کی روک تھام کے لیے انتظامی قوانین کا ہونا اور ان کا پاس رکھنا دونوں امر مقتضائے شرع کے عین مطابق ہیں، مگر مسئلہ یہ ہے کہ حکومت کے قوانین میں انتظامی ضرورت اور عوامی مصلحت سے تجاوز پایا جاتا ہے، وہ یوں کہ عوام کو اپنے حق کے حصول میں قانونی پیچیدگیوں سے گزرنا پڑتا ہے، جن کے نتیجے میں عوام اپنے مقاصد کے حصول کے لیے غیر قانونی راستہ اپناتے ہیں اور اس غیر قانونی راستے میں محکمہ کے خائن، رشوت خور اور بددیانت قسم کے بعض لوگ ہمراہی بن جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس غیر قانونی راستے سے اپنے مقاصد تک پہنچنے کے لیے بااثر طبقہ تو کامیاب ہو جاتا ہے، لیکن عام ضرورت مند لوگ اپنے جائز شرعی حق کے حصول سے محروم رہتے ہیں اور اس غیر قانونی راستے کے موجود ہونے کی وجہ سے حکومتِ وقت کی مصلحت پر مبنی پابندیاں بھی غارت ہو جاتی ہیں اور جنگلات کا وہ عمومی نقصان ہونے لگتا ہے جس سے روکنے کے لیے سرکاری پالیسیاں بنائی جاتی ہیں، نتیجۃً جنگل میں جنگل کا قانون ہی رہ جاتا ہے۔ ان مفاسد کی بنا پر حکومت کی جانب سے مصلحت پر مبنی انتظامی پالیسیوں کو بھی مصلحتِ عامہ اور مفادِ عامہ کے خلاف جانے کی وجہ سے ناجائز کہا جائے گا اور خفیہ طریقے سے عوام الناس کو اپنے ضروری حق تک رسائی کے لیے شرعاً منع نہیں کیا جا سکے گا۔

اس لیے قدرتی جنگلات کی حفاظت اور عوام کی ضرورت، دونوں کا لحاظ ہونا چاہیے۔ اس کی ایک مناسب صورت یہ ہو سکتی ہے کہ حکومت جنگلات کی لکڑیوں، خودرو جڑی بوٹیوں اور قیمتی معدنیات

وغیرہ کے حوالے سے اپنے انتظامی قوانین میں ایسی نرمیاں پیدا کرے کہ عام وخاص رعایا یکساں طور پر اپنے حق کے حصول اور جائز ضرورت کو پورا کرنے کے لیے جائز قانونی راستے تک محدود رہے اور غیر قانونی طریقوں اور خفیہ راستوں کو اختیار کرتے ہوئے جنگلات کے ناقابلِ تلافی نقصان کی طرف نہ جائے۔ اگر حکومتِ وقت جائز انتظامی قوانین بناتی ہے جن کی بدولت ضرورت مند رعایا کو یکساں طور پر اپنے جائز حق تک رسائی میسر ہوسکے تو پھر رعایا پر شرعاً لازم ہوگا کہ وہ اس صورت میں حکومتِ وقت کے جائز انتظامی قوانین کی پابندی کرے اور ان قوانین کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنی ضرورت کی حد تک جنگلات کی لکڑیوں، نباتات اور معدنیات سے فائدہ اُٹھائے اور اس انتظامی خدمت کے صلے میں جو منصفانہ مالیہ حکومت مقرر کرے وہ بھی ادا کیا جائے۔ اس ترتیب کے مطابق عمل کرنے سے عوام کی ضرورت، حکومت کی جائز عملداری اور قدرتی اشیاء کی مناسب حفاظت بھی ہوجائے گی۔ (۵) ان شاء اللہ!

حوالہ جات

۱:...... هو الذی خلق لكم ما فی الأرض جميعا ثم استوى إلى السماء فسواهن سبع سمٰوات وهو بكل شيء عليم . (سورة البقرة: ٢٩)

قوله تعالى :(هو الذى خلق لكم ما فى الأرض جميعا) فيه عشر مسائل

الثانية– استدل من قال: إن أصل الأشياء التى ينتفع بها الإباحة بهذه الآية وما كان مثلها– كقوله:" وسخر لكم ما فى السمٰوات وما فى الأرض جميعا منه" (الجاثية :١٣) الآية– حتى يقوم الدليل على الحظر. (سورة البقرة: ٢٩، ج: ١، ص: ٢٥١، الكتاب: الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي، المؤلف :أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى : ٦٧١هـ) ، الناشر : دار الكتب المصرية القاهرة)

وجمع بقوله :ما فى الأرض جميعا جميع المنافع، فمنها ما يتصل بالحيوان والنبات والمعادن والجبال ومنها ما يتصل بضروب الحرف والأمور التى استنبطها العقلاء وبين تعالى أن كل ذلك إنما خلقها كى ينتفع بها كما قال :وسخر لكم ما فى السماوات وما فى الأرض. (الجاثية :١٣)(سورة البقرة: ٢٩ ،ج: ٢،ص: ٣٧٩، الكتاب :مفاتيح الغيب = التفسير الكبير، المؤلف :أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازى الملقب بفخر الدين الرازى خطيب الرى (المتوفى : ٦٠٦هـ)، الناشر :دار إحياء التراث العربى بيروت)

المادة (١٢٣٤) (الماء و الكلأ و النار مباحة، و الناس فه هذه الأشياء الثلاثة شركاء) و الفقرة الثانية من هذه المادة هى ماخوذة من الحديث الشريف "المسلمون شركاء فى ثلاثة: فى الماء و الكلا و النار" والاقتصار فى هذه المادة على هذه الأشياء الثلاثة هو للتبرك لأن الناس شركاء مع بعضهم فى غير هذه الأشياء و ذلك (رابعا) فى الأشجار النابتة من نفسها فى الجبال المباحة (خامسا) فى الصيد و (سادسا) فى أثمار الأشجار النابتة من نفسها فى الأراضى التى لا صاحب لها ،و الناس فى هذه الستة شركاء . (كتاب الشركات، الباب الرابع فى بيان شركة الإباحة، الفصل الأول فى بيان الأشياء المباحة و الغير المباحة، ج: ٣ ،ص: ٢٦٣، الكتاب :درر الحكام شرح مجلة الأحكام، المؤلف :على حيدر، الناشر : دار الكتب العلمية)

٢:......المادة (١٢٤٨) أسباب الملك ثلاثة ....: الثالث إحراز شيء مباح لا مالك له و الاستيلاء عليه و هذا الاستيلاء و الأخذ إما أن يكون حقيقيا أو يكون بوضع اليد حقيقة على ذلك الشيء كأخذ الماء بإناء من النهر و كصيد الصيد و كقطع الخشب من الجبال و كجمع الكلأ المباح و تجريزه الخ. (كتاب الشركات، الباب الرابع فى بيان

شرکة الإباحة،الفصل الثانی فی بیان کیفیة استملاک الأشیاء المباحة، ج:۳،ص:۲۷۳-۲۷۴، الکتاب :درر الحکام شرح مجلة الأحکام، المولف :علی حیدر، الناشر :دار الکتب العلمیة)

المادة (۱۲۵۳) (لکل شخص أیا کان أن یحتطب الأشجار النابتة من نفسها فی الجبال المباحة و بمطلق الاحتطاب یعنی بجمعها یصیر مالکا و لا یشترط الربط). (ج:۳،ص:۲۷۷، أیضا)

۳:-وعن أبی أمامة عن النبي – صلی اللّٰہ علیه وسلم – قال :إن الأمیر إذا ابتغی الریبة فی الناس أفسدهم. (أفسدهم) ؛ أی أفسد علیهم أمور معاشهم، ونظام معادهم ؛ لأن الإنسان قلما یخلو عن ذم، فلو أدبهم لکل قول وفعل بهم لشق الحال علیهم. وعن معاویةؓ قال :سمعت رسول اللّٰہ – صلی اللّٰہ علیه وسلم – یقول :إنک إذا اتبعت عورات الناس أفسدتهم ، (أفسدتهم) ؛ أی حکمت علیهم بالفساد، أو أفسدت أمر المعاش والمعاد، واللّٰہ رء وف بالعباد، قال الطیبی رحمه اللّٰہ : وإنما عم فی هذا الحدیث بالخطاب بقوله :إنک ؛ وخص فی الحدیث السابق بقوله :إن الأمیر ؛ لئلا یتوهم أن النهي مختص بالأمیر، بل لکل من یتأتی من اتباع العورات من الأمیر وغیره. (کتاب الإمارة والقضاء ،ج:۶، ص:۲۴۱۳-۲۴۱۴، الکتاب :مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، المؤلف :علی بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدین الملا الهروي القاري (المتوفی :۱۰۱۴ھ)، الناشر :دار الفکر، بیروت لبنان)

(ولا تعسروا) ؛ أی بالصعوبة علیهم ؛ بأن تأخذوا أکثر مما یجب علیهم، أو أحسن منه، أو بتتبع عوراتهم وتجسس حالاتهم (متفق علیه) ورواه أبو داود (ولا تنفروا) ؛ أی بالمبالغة فی الإنذار، أو بتکلیف الأمور الصعبة الموجبة للإنکار، ویؤیده ما فی النهایة ؛ أی لا تکلفونهم بما یحملهم علی النفور.(ج:۶،ص:۲۴۲۱، أیضاً)

۴:......المادة (۱۲۵۴) (یجوز لکل أحد الانتفاع بالمباح ، لکنه مشروط بعدم الإضرار بالعامة)(کتاب الشرکات، الباب الرابع فی بیان شرکة الإباحة، الفصل الثالث فی بیان أحکام الأشیاء المباحة للعامة، ج:۳،ص:۲۷۸، الکتاب :درر الحکام شرح مجلة الأحکام، المؤلف :علی حیدر، الناشر :دار الکتب العلمیة)

۵:...... أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال :ألا کلکم راع وکلکم مسؤول عن رعیته، فالإمام الذی علی الناس راع وهو مسؤول عن رعیته، والرجل راع علی أهل بیته وهو مسؤول عن رعیته، والمرأة راعیة علی أهل بیت زوجها وولدہٖ وهی مسؤولة عنهم، وعبد الرجل راع علی مال سیده وهو مسؤول عنه، ألا فکلکم راع وکلکم مسؤول عن رعیته. قوله :عن رعیته، الرعیة کل من شمله حفظ الراعی ونظره، وأصل الرعایة حفظ الشیء وحسن التعهد فیه ،لکن تختلف، فرعایة الإمام هی ولایة أمور الرعیة وإقامة حقوقهم..... الخ. (کتاب الأحکام، باب الأمراء من قریش، ج:۲۴،ص:۲۲۱، الکتاب : عمدة القاری شرح صحیح البخاری، المؤلف: أبو محمد محمود بن أحمد بن موسی بن أحمد بن حسین الغیتابی الحنفی بدر الدین العینی (المتوفی :۸۵۵ھ)، الناشر :دار إحیاء التراث العربی بیروت)

هذا ما ظهر لنا و العلم عند اللّٰہ العلیم الخبیر

کتبہ	الجواب صحیح	الجواب صحیح
رفیق احمد بالاکوٹی	محمد شفیق عارف	ابوبکر سعید الرحمٰن

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

۱۴/صفر المظفر ۱۴۴۰ھ

۲۴/اکتوبر ۲۰۱۸ء